سماج کے حسنِ انتظام کا اسلامی تصور اور اس کی عصری معنویت ابن سینا کے افکار کے تناظر میں

The Islamic concept of good governance of society and its modern meaning: In the context of Ibn Sina's thoughts

ڈاکٹر ساجد محمود*   ڈاکٹر امیر نواز خان**   محبوب الٰہی***

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/

Received: December 18,2022
Accepted: December 25, 2022
Published: December 30,2022

Abstract

Discipline is beauty, Whether in the individual, family or society. Islam is a universal religion that has taught discipline in every field. Therefore, Muslim thinkers have come up with an idea in this regard, one of which is Ibn Sina. Ibn Sina believes that the system of the world requires wisdom, good governance, political insight, and prudent orders. To maintain the system and make human life ordered, tranquil, and fruitful. Good management is the unit that brings about positive changes in the human lifestyle, which saves time and money from being wasted. , So that he can do all his affairs on time. With good personal management, a person with a plan to carry out his individual and collective tasks day and night is always booming—the guarantee of security. Good governance is a name of politics. Without this, no society can survive. Ibn Sina's view is that discipline must first begin with oneself. After reforming himself, he will consider the good manners and reforms of the family and, last but not least, try to guide the city and the region. In this context, if we look at the cause of our inner turmoil, it will be apparent that today we are concerned about the betterment of others While we do not worry about self-improvement. Thus we are concerned with the reform of the family before our reform and strive for society's reform and discipline before the family's reform. That is why we fail in the discipline and good manners of society. Ibn Sina focuses on this and

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات ومطالعہ ادیان، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہsajidzbi@gmail.com
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں
*** ٹیچنگ اسسٹنٹ، شعبہ اسلامیات ومطالعہ ادیان، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

describes the stages of the excellent order of organization he researched in this research paper.

Keywords: Good governance, society, Ibn Sina's thoughts, Discipline, individual, family.

تمہید

ہر چھوٹا یا بڑا عمل سلیقہ مندی کا تقاضا کرتا ہے، اور دین نے ہمیں یہ سلیقہ سکھایا ہے۔ سلیقہ مندی نظم کے قیام کا باعث ہے، اور بظاہر معمولی سمجھی جانے والی بد سلیقی 'بد نظمی کا ذریعہ و سبب بنتی ہے۔ سورۂ صافات کی آیت {وَالصَّافَّاتِ صَفًّا}[1] کے ذیل میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: "اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام میں نظم وضبط اور ترتیب وسلیقہ کا لحاظ رکھنا دین میں مطلوب اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو یا اس کے احکام کی تعمیل، یہ دونوں مقصد اس طرح بھی حاصل ہو سکتے تھے کہ فرشتے صف باندھنے کے بجائے ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہو جایا کریں، لیکن اس بد نظمی کے بجائے انہیں صف بندی کی توفیق دی گئی، اور اس آیت میں ان کے اچھے اوصاف میں سب سے پہلے اسی وصف کو ذکر کر کے بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند ہے۔[2] مسلمان مفکرین نے اس حوالے سے اپنا ایک تصور پیش کیا ہے جن میں سے ایک ابن سینا ہیں۔ ابن سینا کا تصور ہے کہ دنیا کے نظام کو چلانے کے لئے حکمت، حسنِ انتظام، سیاسی بصیرت اور مدبرانہ احکامات سمیت جن چیزوں کی امید سب سے زیادہ جن لوگوں سے رکھی جا سکتی ہے وہ حکمران ہیں جن کے ہاتھ میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کی باگ دوڑ تھمائی ہے اور انہیں ملکوں کا انتظام سونپا ہے، انہیں مخلوق کے معاملات کا نگہبان بنایا ہے اور رعایا کے سیاسی امور ان کے حوالے کیے ہیں۔ پھر ان بادشاہوں کے مشابہ لوگ یعنی ذیلی حکام اور امراء جنہیں قوموں کی قیادت سونپی گئی ہے اور شہروں کے انتظامی معاملات ان کے حوالے کیے گئے ہیں۔ پھر ان کے بعد آنے والے پروردۂ نعمت لوگ اور داخلی سیاسی امور کے والی اور خدمت گار پھر ان کے بعد آنے والے صاحبِ اہل وعیال اور خاندانوں کے سرپرست، ان سب لوگوں میں سے ہر ایک اپنے ماتحت افراد کا والی وسرپرست ہے جن کے رہن سہن سے لے کر سفر وحضر تک عام امورِ زندگی اس کے زیرِ دست ہے۔[3]

نظام چلانے کے لئے حسنِ انتظام انسان کی زندگی کو منظم، پُرسکون، کامیاب بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ حسن انتظام انسانی طرز زندگی میں مثبت تبدیلیاں پیدا کرنے والی اکائی ہے، جو وقت اور سرمائے کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے۔ کامیاب انسان اہمیت کے حامل کام پہلے انجام دیتا ہے، ہر ایک کام کی انجام دہی کے لیے وقت اور زمانے کا تعین کرتا ہے، تاکہ وقت پر وہ اپنے تمام امور انجام دے سکے۔ ذاتی طور حسن انتظام سے انسان اپنے روز وشب کے انفرادی واجتماعی افعال کی انجام دہی میں منصوبہ بندی کو پیش نظر رکھنے والا شخص ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اس طرح ملکی سطح پر حکمرانوں کے حسنِ انتظامی سے ملک کی صورت حال امن وامان کا ضامن ہوا کرتی ہے۔ حسن انتظامی دراصل سیاست کا ایک نام ہے۔ جس کے بغیر کوئی معاشرہ نہیں رہ سکتا ہے۔

حسن انتظام کی ضرورت ابن سینا کی نظر میں

نظم وضبط کا تصور اسلام نے پیش کیا اگر نماز کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نظامِ صلوۃ باجماعت نماز بھی نظم وضبط اوراجتماعیت کا پنج وقتہ درس ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ مسلمان مسجد میں جب اکٹھے ہوں تو یہ احساس رہے کہ سارے مسلمان یک جان ہیں، الگ الگ نہیں ہیں اوراس جماعت کی اتنی اہمیت بتائی گئی ہے کہ جنگ کے دوران بھی اس کو ترک کرنے سے گریز کیا گیا اور ”صلاۃ الخوف“[4] مشروع کی گئی اور مسلمانوں کو یکسانیت کا احساس دلانے کے لیے ”**سووا صفوفكم، فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلوة۔**“[5] زندگی میں نظم وضبط اور حسنِ انتظام کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔ بغیر حسن انتظام اور ڈسپلن کے اچھے معاشرے کا تصور ہی محال ہے۔ دنیا کی ہر شے، ہر ذرہ ایک قدرتی نظام سے بندھا ہوا ہے۔

سماج میں حسن انتظام کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے ابن سینا کا واضح تصور ہے وہ اس کو ایک مثال سے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح انسان خواہ وہ بادشاہ ہو یا عام آدمی اسے زندہ رہنے کے لئے غذا کی ضرورت پڑتی جس کی بدولت اس کا وجود باقی رہتا ہے پھر اسے حسنِ انتظام کا لحاظ رکھتے ہوئے جو غذا بچ جائے اس کو ذخیرہ کرے گا، ذخیرہ کرنے کے بعد اس کو اس کا حفاظت کرنا پڑے گا۔[6] چنانچہ وہ ضرورت پڑنے پر اپنے نائب کے طور پر غذا پر کوئی معمور ے گا چنانچہ اس کا نفس سوائے اس کی بیوی

کے اور کسی پر مطمئن نہ ہو سکا، بیوی جسے اللہ تعالٰی نے مرد کے لئے وسیلۂ سکون و اطمینان کے طور پر ذکر کیا ہے۔ یہی امر اہلیہ کو ہمراہ لینے کا موجب بنا۔ جب اہلیہ کے ساتھ وہ معاملات انجام پاتے ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے ذریت کی پیدائش، بقاء کی علت اور نسل میں اضافے کا سبب بنایا ہے تو اولاد کی پیدائش ہوئی اور آبادی میں اضافہ ہوا اور غذائی حاجات میں اضافہ ہوا اور اس کے زائد اجزاء کو ضرورت کے وقت کے لئے جمع کرتے رکھنے کی ضرورت بڑھ گئی، یوں معاونین، مددگاروں، طاقت و قوت، حفاظت کرنے والوں اور خادموں کی حاجت پیش آئی چنانچہ وہ اس کی بدولت نگہبان اور نگران بن گیا اور اس کے ماتحت لوگ رعیت بن گئے۔[7]

یہ وہ معاملات ہیں جن کی حاجت بادشاہ اور رعایا، نگران اور ماتحتوں، حکمران اور محکوموں اور خادموں اور مخدوموں کو یکساں ضرورت پڑتی ہے۔ کیوں کہ ہر انسان اس دنیا میں ہر انسان اتنی غذا کا محتاج ہے جو اس کی روح کو تھامے رکھے اور اس کے جسم کو سیدھا کیے رکھے۔ اسی طرح اسے ایسے گھر کی ضرورت ہے جس میں اپنی مملوک متاع کو سنبھال کر رکھ سکے اور اپنے کاج سے واپس لوٹنے پر اس میں پناہ لے سکے، اور اسے ایسی بیوی کی ضرورت پڑتی ہے جو اس کی رہائش گاہ کی حفاظت کرے اور اسے کمائے ہوئے مال و متاع کا خیال رکھے اور اسے ایسے بیٹے کی ضرورت پڑتی ہے جو اس کی کمزوری کی حالت میں اس کے لیے کما کر لائے اور اس کے بڑھاپے میں اس کی کفالت کرے اور اس کی نسل باقی رہے اور اس کے بعد بھی اس کا تذکرہ زندہ رہے۔[8] اسی طرح اسے ایسے محافظ و مددگار لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے جو اس کی مدد کر سکیں اور اس کے بوجھ کو اٹھائیں جب یہ سارے افراد جمع ہو جاتے ہیں تو وہ گلہ بان اور چرواہا ہوتا ہے یہ اس کی رعیت اور اس کا گلہ ہوتا ہے۔ پھر جس طرح چرواہے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں کے چارے پانی کی ضروریات کا خیال کرلے دن کے وقت اور رات کے وقت ان کے باڑے اور رہائش گاہوں کا بندوبست کرے، ان کی نگرانی کرے، ان میں حفاظت کے لیے اپنے کتے چھوڑے تاکہ وہ اسے عمومی درندوں، آفتوں، چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں سے محفوظ رکھیں۔ ان کے لیے سردیوں میں گرم مسکن اور گرمیوں میں ٹھنڈے مسکن کا بندوبست کرے، ان کے لیے چارے اور میٹھے پانی کی کھوج میں رہے، ان کے کام کے اوقات مقرر کرکے ان کی پیداوار کی نگرانی،

کرے پھر اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ انہیں نفع بخش اور مفید مقاصد میں استعمال کرے اور انہیں ضائع کر دینے والی چیزوں سے بچائے اپنی ہنکار سے اور اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور اگر یہ انہیں اچھی طرح درست کرنے اور ان کی ٹیڑھی پسلیوں کو سیدھا کرنے میں کافی ہو جائے تو بہت عمدہ ورنہ ان پر اپنی لاٹھی اٹھائے۔

بالکل اسی طرح اہل و عیال، بچوں، نوکروں اور ماتحتوں سمیت ان تمام افراد کے سرپرست ان کی حفاظت، اس کا خیال رکھنا، ان کی کفالت کرنا، ان کو رزق فراہم کرنا، ان کے امور کو سنبھالنا، انہیں ترغیب اور ترہیب، وعد و عید اور قرب و بعد اور عطا کر کے اور محروم رکھ کر درست کرنا بھی آدمی کے لیے ضروری ہے۔[9] خلاصہ کلام یہ کہ انسان کی زاتی زندگی اور خاندانی و سماجی زندگی میں نظم ضبط اور حسن تدبیر نہایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے کئی امور میں اعتدال کا حکم دیا ہے اور افراط و تفریط سے منع ہونے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا } [10]

ترجمہ ”اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو“

انتظامی بصیرت اور حسن تدبیر کے مختلف مراتب

سیاست (انتظامی بصیرت و حسنِ تدبیر) کے وجود اور اس کی ضرورت کے بعد ابن سینا نے سیاست کے مختلف مراتب بیان کی ہیں۔ جن میں سے سب سے پہلے ذاتی کی اصلاح اور ذاتی سیاست ہے۔ امام شاہ ولی اللہؒ نے سب سے پہلے تہذیب النفس کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن سینا نے بھی سب سے پہلے ذاتی سیاست کو موضوع بحث بنیا ہے۔

1۔انسان کا اپنی ذات کو منظم کرنا(سیاستِ ذاتی)

سیاست کی اقسام میں سے سب سے پہلی قسم جس سے انسان کو آغاز کرنا چاہیے وہ انسان کی اپنی ذات کے بارے میں انتظامی بصیرت ہے جیسے شاہ ولی اللہؒ" تہذیب النفس " کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں۔ انسان کا نفس اس کے سب سے زیادہ قریب، اس کے لیے زیادہ مکرم اور اہتمام ورعایت کا

سب سے زیادہ مستحق ہے کیوں جب انسان اپنی ذات کو اچھے طریقے سے منظم کرلے گا تو پھر اس کے علاوہ پورے شہر کو منظم کرلے گا تو پھر اس کے علاوہ پورے شہر کو منظم کرنا بھی اس کے لیے مشکل نہیں۔ اس کے چند اہم عناصر حسب ذیل ہیں:

1.1۔ عقل اصلاح کی بنیاد

اسلام نے عقل کو بڑی اہمیت دی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ں جابجا{ أَفَلَا تَعْقِلُونَ}[11] {لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ }[12] اور {إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ }[13] کے جملے استعمال کئے ہیں جس سے عقل کی اہمیت اور اس کی اصلاح کی ضرورت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابن سینا کے افکار کی روشنی میں تہذیب النفس کے لئے سب سے پہلے عقل کی اصلاح ضروری ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

> وَمن أَوَائِل مَا يلْزم من رام سياسة نَفسه أَن يعلم إِن لَهُ عقلا هُوَ السائس ونفسا أَمارَة بالسوء كَثِيرَة المعايب جمة المساوئ فِي طبعها وأصل خلقهَا هِيَ المسوسة[14]
>
> ترجمہ: جو شخص اپنی ذات کو منظم ومرتب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے پہلے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ یہ بات ذہن نشین کرلے کہ اس کے پاس عقل ہے جو کہ بہترین مدبر و منتظم ہے اور ایک نفسِ امارہ ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے جس کی برائیاں بہت زیادہ اروخرابیاں لاتعداد ہیں۔ اس کی اصل خلقت کی مفسد ہے۔

1.2۔ فسادِ نفس کی صورتوں کی معرفت اور ان کا علاج

ابن سینا کا تصور ہے کہ تہذیب النفس اور ذاتی حسن تدبیر کے لئے فساد نفس کی صورتوں کو جاننا چاہئے۔ اگر کوئی شخص شر کو نہیں جانتا ہے وہ شر کو کیسے دفع کرے گا۔ چنانچہ اس تصور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> وَإِن يعلم إِن كل رام إصْلَاح فَاسد لزمَه أَن يعرف جَمِيع فَسَاد ذَلِك الْفساد معرفَة مستقصاه حَتَّى لَا يُغَادر مِنْهُ شَيْئا ثمَّ يَأْخُذ فِي إصْلَاحه وَإِلَّا كَانَ مَا يصلحه غير حريز وَلَا وثيق كَذَلِك من رام سياسة نَفسه ورياضتها وَإِصْلَاح فاسدها لم يجز لَهُ أَن يَبْتَدِئ فِي ذَلِك حَتَّى يعرف جَمِيع مساوئ نَفسه معرفَة

مُحيطَة فَإِنَّهُ إِن أغفل بعض تِلْكَ المساوئ وَهُوَ يرى أَنه قد عَمها بالإصلاح كَانَ كمن يدمل ظَاهر الْكَلم وباطنه مُشْتَمل على الدَّاء وكما أَن الدَّاء إِذا قوى على الإهمال وَطول التّرْك نقض الِانْدمَال وَقذف الْجلد حَتَّى يَبْدُو لعين النَّاظر كَذَلِك الْعَيْب من معايب النَّفس إِذا أغفل عَنهُ كامنا حَتَّى إِذا لَاحَ لَهُ وَجه ظُهُور طلع مكتمنه آمن مَا كَانَ الْإِنْسَان لَهُ[15]

ترجمہ: ہر وہ شخص جو کسی فاسد چیز کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس فساد کو بالاستیعاب جانے اور مکمل طور پر اسی کی معرفت حاصل کرے۔ یہاں تک اس میں سے کسی چیز کو بھی نہ چھوڑے پھر اس کی اصلاح شروع کرے وگرنہ جو اصلاح وہ کرے گا وہ ناپختہ اور ناقابلِ اعتماد ہو گی۔ اسی طرح جو شخص اپنے نفس کو سدھارنے اور منظم بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے فساد کی اصلاح کا عزم کیے ہوئے ہے تو اس کے لئے ایسا کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنے نفس کی تمام خرابیوں کو نہ جان لے اور مکمل طور پر ان کی معرفت حاصل نہ کرلے۔ کیوں کہ اگر وہ بعض نفسانی برائیوں سے غافل رہ گیا اور یہ سمجھتا رہا کہ اس نے ان کی اصلاح کرنی ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہو گی جو زخم کو باہر سے مرہم لگالے جب کہ وہ باطن میں بیماریوں سے معمور ہو۔ جس طرح باطنی زخم کو چھوڑ دیا جائے اور طویل عرصے تک اس سے غفلت برتی جائے تو وہ مرہم کو توڑ کر اور جلد کو پھاڑ کر سامنے آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے کی آنکھ کو دکھائی دینے لگتا ہے اسی طرح نفس کے عیوب میں سے کسی چھپے ہوئے عیب سے جب غفلت برتی جائے تو وہ پوشیدہ عیب انسانوں کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔

1.3۔ نفس کے عیوب کو کھولنے اور اصلاح کے لیے مخلص دوست کی ضرورت

ابن سینا کے افکار کی روشنی میں انسان اپنے احوال کا جائزہ لینے، اپنی خرابیوں اور خوبیوں کا جائزہ لینے میں سمجھ دار، محبت کرنے والے بھائی سے مستغنی نہیں ہو سکتا جو کہ اس کے لیے آئینے کے بمنزلہ ہو گا۔ اسے اس کے اچھے احوال کو اچھا کر کے دکھائے گا اور برے احوال کو برا۔ ایسے شخص کی

ضرورت جو سربراہوں پر ان کے عیوب کو منکشف کرسکے۔ اس کے سب سے زیادہ حقدار اور سب سے زیادہ ضرورت مند سربراہ ہوتے ہیں کیوں کہ ان میں اکثر لوگ جب نگرانی اور محنت ومشقت کے ماحول سے نکلتے ہیں تو انہوں نے معمولی چیزوں کی پرواہ کرنا، گھٹیا امور پر ندامت کرنا چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ ان کی عادت یہ ہو گئی ہے کہ لاپرواہی زیادہ ہے اور خجالت و شرمندگی کم، سوائے ان لوگوں کے جن کی عقول سلامت ہیں۔ ان کی بصیرت مضبوط ہے اور ان کے نفوس میں سرایت کیے ہوئے ہیں جس کی بدولت ان کی سیرت ٹھیک اور ان کا رستہ مستقیم ہے۔[16] نیک دوستوں کا تذکرہ قرآن کریم نے بھی کیا ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اس طرح آخرت میں بھی ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:{الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ}[17]

ابن سینا نے ان لوگوں کی نشاندہی کیا ہے کہ ان لوگوں کی آزمائش کو جس چیز نے اور زیادہ بڑھا دیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے منہ پر ان کی برائی بیان کرنے سے ڈرا جاتا ہے اور روبرو ان کے نقائص بیان کرنے اور ان کی مذمت کرنے سے خوف کھایا جاتا ہے اور ان کی خرابیاں کمزوریاں، شناعتیں اور نقائص وغیرہ کو برسرِعام بیان کرنے سے شدید ڈرایا جاتا ہے چنانچہ ان کے سامنے ان کے عیوب کا تذکرہ ہونا ختم ہو چکا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ عیوب ان سے دور جا چکے ہیں وہ ان کے رستے میں نہیں آئیں گے اور ان کے صحن میں قیام نہیں کریں گے۔ ان سے ہٹ کر عام لوگوں اور معمولی افراد کا معاملہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیوں کہ ان میں سے اگر کوئی یہ ارادہ کرے کہ اس کے عیوب اسی سے مخفی رہیں تو اس سب کے باوجود اس پر واشگاف ہو جائیں گے اور وہ انہیں جان لے گا وہ جتنی بھی کوشش کرے۔ کیوں کہ وہ لوگوں سے ملتا ہے اور ان بادشاہوں کے علاوہ دیگر عام لوگوں کا حال ایسا نہیں ہے کیوں کہ ان میں سے اگر کوئی اس بات کا ارادہ کرے کہ اس کے عیب اس سے چھپ جائیں تو اس سے محبت کرنے والا ان کی برائیوں اور خرابیوں کو اس پہ واضح کر دے گا کیوں کہ یہ شخص لوگوں سے ملتا جلتا رہتا ہے اور ان میں اٹھتا بیٹھتا رہتا ہے۔[18]

لوگوں سے اختلاط کرنے کی وجہ سے زبانی کلامی تو تکار اور چپقلش ہوتی رہتی ہے یہی چیز جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ جھگڑے میں ایک دوسرے کے عیب ذکر کرنے کے طعنے دیے جاتے ہیں اور

عار دلایا جاتا ہے اور اس موقع پر فریقین صرف ایک دوسرے کے حقیقی عیوب کو ذکر نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے پر جھوٹ بھی باندھتے ہیں۔ چنانچہ ان عامی لوگوں کو اپنے دوسروں کی راہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ ہی ان کے دشمنوں کو ان کے عیوب پر مطلع ہونے کے لیے جاسوس متعین کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیوں کہ یہ سب کچھ انہیں ان ذرائع کے بغیر ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ جو شخص عام لوگوں سے بچ کر رہتا ہے ان سے ملتا نہیں ان کے پاس نہیں جاتا ان سے اختلاط نہیں کرتا، تو اس کے پاس ایسا کوئی شخص نہیں ہوتا جو اسے اس کے عیب پر متنبہ کرے، اسے نصیحت کرے۔ ایسے کسی قریبی دوست، رفیق اور معاون و مددگار کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔[19]

1.4۔ انسان پر برے دوست کے اثرات

برے دوستوں کی وجہ س انسان کی شخصیت پر اثر پڑتی ہے، ابن سینا نے اس حوالے سے بادشاہوں کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ان بادشاہوں اور رؤساء کے حال کو جس چیز نے مزید خراب کیا ہے وہ ان کے ملنے والے برے دوست اور میسر آنے والے برے ساتھی ہیں جنہوں نے انہیں ان کے عہد و پیمان سے غافل رکھا، ان کی صحبت کو خراب کیا اور انہیں عیش و عشرت میں غرق کیے رکھا انہیں ان کی ذات کے متعلق سچی باتوں پر آگاہی اور ان کے عیوب سے مطلع کرنے سے غافل رکھا۔ اگر یہ لوگ ان بادشاہوں کو جھوٹی تعریف سے ڈھانپ کر نہ رکھتے، انہیں مصنوعی داد و تحسین سے دھوکے میں نہ رکھتے اور ان کی غلطیوں کو درست ثابت کرکے انہیں مزید شہ نہ دیتے تب ان کا گناہ کچھ ہلکا ہو جاتا گرچہ بری صحبت اور قابلِ ملامت معاشرت کے جرم سے یہ پھر بری نہ ہوتے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی رنگارنگ عذر پیش کرے اور اپنی اہانت پر چیں بجبیں ہو تو وہ یہی کہے گا کہ ہم ان کی نصیحت کو انہی کے ذمے چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے حالات سے چشم پوشی کر لیتے ہیں کیوں کہ ہمیں ان کی غیرت کا خوف ہوتا ہے، ان کی پکڑ کا ڈر ہوتا اور اسی بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ لوگ نصیحت کو بھاری نہ سمجھ لیں۔ کیوں کہ آگ کی جلن کی طرح نصیحت کی بھی ایک جلن ہوتی ہے اور تلوار کی تیزی کی طرح نصیحت کی بھی ایک کاٹ دار تیزی ہوتی ہے چنانچہ ہمیں اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ سوائے ان کے ہم سے متوحش ہونے، ہم سے نفرت کرنے اور ہم سے اور ہماری صحبت سے اکتا جانے کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ

آئے۔ ہم ان کی غلطیوں کے باوجود ان کے ساتھ جڑے رہیں۔ یہ اس بات سے بہتر ہے کہ ہم مکمل طور پر ان سے قطع تعلق ہو جائیں، چنانچہ نہ تو وہ ہمارے لیے باقی رہیں اور نہ ہم ان کے لیے۔ یہ بات بادشاہ کا وہ حاشیہ نشیں کہہ سکتا ہے جو دانش مند اور مضبوط اعصاب کا مالک ہو البتہ اگر وہ پرلے درجے کا سٹھیایا ہوا احمق ہو گا تو وہ کہے گا کہ ہم ان کے غصے اور پکڑ کے باوجود اپنی منزلت کے گرنے اور اپنی صحبت کے ختم ہونے کے متعلق مطمئن نہیں ہو سکتے۔[20]

1.5۔ صحبت کی اساس

صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے امام شافعیؒ کا قول ہے: "الوحدة خیر من جلیس السوء"[21] ابن سینا کا تصور یہ ہے کہ انسان کی تہذیب پر صحبت کا اثر ہوتا ہے ان کا خیال ہے کہ جب انسان اپنی صحبت کی اساس دین اور غیرت و حمیت کو بنائے گا تو اس کو کسی اور چیز کا لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب وہ کسی خراب صحبت کو اختیار کرتے ہیں تو گمراہ ہوں گے۔ یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ آپ کا رفیق دو آدمیوں میں سے ایک ضرور ہو گا یا تو پختہ دانش و حکمت والا سنجیدہ آدمی یا پھر احمق اور خوابوں کی دنیا میں رہنے والا۔ عقل مند ساتھی کو آپ کی نصیحت ضرور فائدہ دے گی اگرچہ ممکن ہے کہ شروع میں وہ بدک جائے، متردد ہو، ناک بھوں چڑائے پہلو تہی کرے، مگر پھر تھوڑا وقت گزرے گا بعد میں وہ آپ کے کلام میں ضرور تدبر کرے گا، سوچے گا، غور و فکر کرے گا اور اس خیر اور اصلاح کو پہچان لے گا جس کا آپ نے ارادہ کیا ہوا تھا۔ رہا احمق اور پھوہڑ شخص تو آپ اس کی حماقتوں سے بھولے بھالے اور محفوظ بن کر رہیں ہر حال میں، آپ اس کی حمایت کر رہے ہو یا مخالفت، آپ کو یہ مشورہ نہیں دیا جا رہا ہے کہ آپ ان اوصاف کے حامل شخص کی صحبت اختیار کریں تاکہ آپ کو اس کی رہنمائی کی ضرورت پڑے۔ اس طرح مشورے کے ثمرات سامنے آئیں۔[22]

تدبیر المنزل میں حسن تدبیر اور انتظام اور ابن سینا کا تصور

حسن انتظام میں سب سے پہلی سیڑھی تہذیب النفس ہے اس کے بعد تدبیر المنزل کا مرحلہ ہے۔ ابن سینا نے سب سے پہلے تہذیب النفس پر زور دیا ہے اور اس کے اصول مدون کئے ہیں اس کے

بعد تدبیر المنزل کی طرف آئے ہیں اور اس کے سماجی تصور کی وضاحت کی ہے جس کے حسب ذیل عناصر ہیں:

1۔صفات والی عورت:

ابن سینا کا تصور یہ ہے کہ تدبیر المنزل کے صفات والی عورت گھر میں ہونا چاہئے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

إن الْمَرْأَة الصَّالِحَة شريكة الرجل فِي ملكه وَقيمَته فِي مَاله وخليفته فِي رَحْله وَخير النِّسَاء الْعَاقِلَة الدينة الحيية الفطنة الْوَدُود الْوَلُود القصيرة اللِّسَان المطاوعة الْعَنَان الناصحة الجيب الأمينة الْغَيْب الرزان فِي مجْلس الوقور فِي هيبتها المهيبة فِي قامتها الْخَفِيفَة المبتذلة فِي خدمتها لزَوجهَا تحسن تدبيرها وتكثر قَلِيله بتقديرها وتجلو أحزانه بجميل أخلاقها وتسلى همومه بلطيف مداراتها[23]

ترجمہ:" بے شک نیک عورت مرد کی ملک میں اس کی شریک ہے اس کے مال میں اس کی قیمت ہے اور سفر میں اس کی نائب ہے۔اور سب سے بہترین عورت وہ ہے جو عقل مند، دین دار، ہوشیار، ذہین، زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے پیدا کرنے والی، کم بولنے والی، فرمانبردار، گردن جھکانے والی، کفایت شعار، غیر حاضر میں امانت دار، پر وقار لوگوں کی مجلس میں باسلیقہ اپنی ہیبت کے ساتھ اور چھوٹی جسامت کے ساتھ، اپنے شوہر کی خدمت میں مصروف، اس کی تدبیر کو بہتر کرتی ہے۔اس کے کم کو اپنی تدبیر سے زیادہ کرتی ہے اور اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے اس دکھوں کو دور کرتی ہے اور اپنے لطیف معاملات کے ذریعے اس کے دکھوں کا مداوا کرتی ہے۔"

2۔مرد کی گھریلو نگرانی کے تین بنیادی اصول:

ابن سینا کے تصور کے مطابق مرد کے لئے گھر کی ادارت چلانے کے لئے تین امور کا جمع کرنا ضروری ہے جن کو وہ ہر گز نہ چھوڑے: الف: گھر والوں کی ترغیب کے لئے ان پر رعب جمانا۔

ب: گھر والوں کے ساتھ شفقت اور اکرام سے پیش آنا

ج: مہم کاموں میں مصروف ہونا۔

الف: گھر والوں کی ترغیب کے لئے ان پر رعب جمانا۔

ابن سینا کے مطابق گھر والوں پر رعب اور ہیبت کا ہونا اس لیے ضروری ہے کیوں کہ اگر وہ اپنی بیوی پر اپنا رعب قائم رکھے گا تو بیوی کے اس کی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ اگر رعب جمانے کا سلیقہ نہیں جانا تو بیوی اس کا حکم نہ سنے گی۔ پھر صرف اسی پر گزارہ نہ کرے گی یہاں تک کہ وہ شوہر کو اپنی اطاعت پر مجبور کرے گی اسی طرح سے وہ حکم چلانے والی اور شوہر مامور بن جائے گا۔ بیوی منع کرنے والی اور شوہر منع ہونے والا بن جائے گا۔ یہ تبدیلی اور انقلاب اس وقت مرد کے لئے عورت کی سرکشی اور بغاوت کے علاوہ اور کیا لے کے آئے گا۔ اس صورت میں مرد اس عورت کی ناقص رائے اور بری تدبیر کو اپنے اوپر مسلط کرے گا۔ اس عورت کی گمراہی اور خواہشات کے پیچھے بھاگنا مرد کے لئے عیب اور تباہی لے کے آئے گا۔[24]

ب: گھر والوں کے ساتھ شفقت اور اکرام سے پیش آنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خيركم لأهلي،[25] یعنی تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے معاملے میں بہترین ہے اور میں اپنی بیویوں کے بارے میں بہت بہتر ہوں۔ ابن سینا کا خیال ہے کہ مرد اپنے گھر والوں کی عزت کرے اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ شریف عورت جب اپنے شوہر کی عزت کو بڑا سمجھتی ہے تو حسنِ ترتیب سے اس کو باقی رہتی ہے اور اس کی حفاظت کرتی ہے اور اس کے زوال سے ڈرتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے کاموں میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے جن کو مرد بغیر مشقت اور زیادہ خرچے کے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ عورت جب بھی عظیم شان والی اور اعلٰی کام والی ہوتی ہے تو یہ اس کے شوہر کی شرافت، اعلی رتبے اور جلال پر دلالت کرتا ہے۔

ج: ضروری کاموں میں مصروفیت

ابن سینا کے نزدیک عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کو اولاد کی تربیت اور خدمت کی تدبیر کرنے میں مصروف رکھے۔ یہاں تک کہ وہ کاموں میں اپنا دوپٹہ گھسا دے، کیوں کہ عورت کا اگر کوئی شغل نہ ہو اور بے فکری ہی فکری ہو تو عورت کا کام سوائے زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کے ذریعے مردوں کی توجہ حاصل کرنے کے کچھ نہیں رہ جاتا۔ سوائے اس کی بڑھوتری کے اور کوئی خیال یا سوچ اس کے پاس نہیں ہوتی۔ عورت کا یہ سب کچھ کرنا مرد کی عزت اور بزرگی میں کمی کے ساتھ اس کے زمانہ زیادتی میں تقصیر اور اس کے جملہ احسانات کی فراموشی کے زمرے میں آتا ہے۔[26]

3۔ بچوں کی تربیت کے اصول

ابن سینا کا سلامی تصور بچوں کے حوالے سے یہ ہے کہ والدین پر بچے کے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں اور اچھی دودھ پلانے والی چننا تا کہ وہ احمق نہ بنے اور نہ جاہل اور نہ کم عقل کیوں کہ دودھ کا اثر بہر حال رہتا ہے۔ اس لئے ابن سینا نے مختلف مراحل میں بچوں کی تربیت کو مد نظر رکھ کر ایک تصور پیش کیا ہے جس کے اہم مباحث حسب ذیل ہیں:

3.1: دودھ چھڑانے کے بعد بچے کی تربیت:

بچے کی تعلیم و تربیت ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے لہذا جب بچہ بولنے لگے تو اسے کلمہ طیبہ ہی سکھایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "افْتَحُوا عَلَى صِبْيَانِكُمْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، [27] اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلم سکھاو جو کہ لاالہ لا اللہ ہے۔ علماء حدیث اس سے یہ نکتہ نکالتے ہیں کہ بچے کے ذہن مین پہلے پہل اللہ کا نام، اس کی عظمت و بزرگی اور اس کی ربوبیت کا تعارف اتارنا چاہیے اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ زندگی کے ہر موڑ پر بچے کے ہر عمل میں عبدیت اجاگر ہو گی۔ ابن سینا کے مطابق جب بچہ دودھ چھوڑنے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس کی تادیب شروع کر دی جائے اور اس کے اخلاق کی تربیت بھی کی جائے اس سے پہلے کہ بُرے اخلاق اور غلط عادات اس پر چھا جائیں۔ ایک بچے کے لئے تمام اخلاق ایک جیسے ہوتے ہیں اور اس کے گرد بری عادات جمع ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے جو عادات وہ اپنا لے وہ چیزیں اس پر غالب آجاتی ہیں۔ اب نہ تو اس سے جدائی ممکن ہے اور نہ کوئی خلاصی۔ تو بچے کے فائدے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو برے اخلاق سے بچایا جائے اور اس کو معیوب عادات

سے دور رکھا جائے ڈرا کر، ترغیب دلا کر، الفت دے کر، خوفزدہ کر کے، مصیبت میں ڈال کر، توجہ دلا کر، کبھی کبھار تعریف کر کے اور کبھی کبھار بے عزتی کر کے جو اس کے لئے کافی ہو۔ اگر ہاتھ استعمال کرنے کی نوبت آجائے تو رکے نہ بلکہ پہلی مرتبہ ایسا مارے کہ تھوڑی تکلیف ہو جیسا کہ حکماء کی رائے ہے، کیوں کہ اگر پہلا مارنا زیادہ تکلیف دہ ہو گا تو بچہ بدگمانی کا شکار ہو جائے گا تو اس سے اس کا ڈر اور بڑھ جائے گا اور اگر پہلا مارنا بہت ہلکا ہو گا کہ کوئی تکلیف نہ ہو تو بعد میں باقی کے لئے اس کا گمان اچھا رہے گا تو وہ سمجھ بوجھ کے دور میں اچھی عادات کو دوبارہ جمع نہیں کرے گا۔ جب بچے کے پٹھے مضبوط ہو جائیں اور اس کی زبان میں برابر آجائے اور اس کو سکھلانا ممکن ہو جائے اور وہ اپنی سماعت کو محفوظ رکھ سکے تو قرآن، حروف ہجاء کی صورتیں اور دین کی نشانیاں سکھانا شروع کر دے پھر مناسب ہے کہ بچہ پہلے اشعار کے اوزان سیکھے پھر قصیدہ سیکھے کیوں کہ اوزان سیکھنا آسان ہے اور یاد کرنا ممکن ہے کیوں کہ اس کے ابیات مختصر اور اس کا وزن کم ہوتا ہے۔ اور شعروں میں سے ان اشعار سے شروع کرے جو علم کی فضیلت، علم کی تعریف، جہالت کی مذمت اور حماقت کی عیب جوئی کے بارے میں ہوں اور والدین کی فرمانبرداری، اچھے کام کرنے، میزبانی اور اس کے علاوہ دوسرے اچھے اخلاق پر ابھارنے والے ہوں۔[28]

3.2 بچے کو ادب سکھانے والا

اسلام نے بچوں کی تربیت کا باقاعدہ طریقہ کار بتایا ہے اور اس کی اہتمام کا حکم دیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مروا صبيانكم بالصلاة في سبع سنين واضربوهم عليها في عشر وفرقوا بينهم في المضاجع وإذا زوج أحدكم خادمه من عبده أو أجيره فلا ينظرن إلى شيء من عورته فإن كل شيء أسفل من سرته إلى ركبته من عورته۔[29]

ابن سینا نے بچے کی تربیت میں ادب سکھانے والا کے معیار جانچنے کو ضروری قرار دیا ہے کہ بچے کو ادب سکھلانے والا عاقل، دیندار، صاحبِ بصیرت اور اخلاق سے مزین ہو، بچوں کی ٹریننگ میں ماہر ہو، صاحبِ وقار اور سنجیدہ ہو، بے وقوف اور رذالت سے دور ہو، بچے کی موجودگی میں غیر سنجیدہ نہ ہو، نہ بے پرواہ ہو اور نہ طبیعت میں جمود ہو بلکہ سمجھدار، شیریں، صاحب مروّت، پاک صاف اور اچھی

طبیعت کا مالک ہو اور اس سے پہلے بڑے بڑے لوگوں کی خدمت کر چکا ہو اور پہچان چکا ہو کہ کون سی چیز سے وہ خوش ہوتے ہیں اور وہ آداب مجلس، کھانے کے آداب، بات چیت اور آداب معاشرت سے باخبر ہو۔

بچے کے ساتھی کے حوالے سے ابن سینا کا تصور یہ ہے کہ بچے کے ساتھ اس کی کلاس میں اور بھی بچے ہوں جو کہ باادب اور اچھی عادات والے ہوں کیوں کہ ہر بچہ دوسرے بچے سے زیادہ عقل مند اور سمجھدار ہوتا ہے اور وہ بچے سے چیزیں سیکھتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے، پھر وہ بچے آپس میں دوستی کریں گے، ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، ایک دوسرے کی دعوت کریں گے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے اور یہ سب کچھ مقابلہ کرنے، فخر کرنے، یاد کرنے اور بیان کرنے کے اسباب میں سے ہیں اور اس سب میں ان کے اخلاق کو مہذب بنانا ہے، ان کی ہمتوں کو ابھارنا ہے اور ان کی عادات کی مشق ہے۔[30]

3.3۔ بچے کی طبیعت کے موافق مشغلے (پیشے) کے لئے اسے تیار کرنا

ابن سینا کے مطابق جب بچہ قرآن کریم کی تعلیم سے اور اصول لغت کے یاد کرنے سے فارغ ہو جائے تو دیکھے کہ وہ بچہ کون سا فن اختیار کرنا چاہتا ہے، پھر اس کے راستے کی طرف متوجہ ہو۔ اگر وہ کتابت کا ارادہ کرے تو لغت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ خطوط کی، خطبہ کی، لوگوں کے منقولات و محاورات وغیرہ کی تعلیم کا اضافہ کرے اور حساب کتاب سکھائے اور اسے دیوان لے کر جائے اور اس کے خط کا خیال رکھے۔ اگر وہ کسی اور فن کا ارادہ کرے تو اس کی طرف اس کو لے جائے مگر پہلے بچے کا ولیِ امر یہ بات جان لے کہ ہر فن جو بچہ چاہتا ہے اس کے لئے ممکن نہیں سوائے اس کے کہ جو اس کی طبیعت کے موافق و مناسب ہو۔ اگر آداب و فنون بغیر طلب اور مقصد کے مشکلات کے بغیر حاصل ہو جائے تو کوئی آدمی آداب و فنون سے ناآشنا نہ ہوتا اور تب سارے لوگ بہترین سے بہترین آداب اور بلند ترین فن حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور ہماری بات پر دلیل یہ ہے کہ ایک ادب اور فن بعض لوگوں کے لئے آسان اور دوسروں کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں سے ایک بلیغ اللسان ہے تو دوسرا نحوی ہے۔ ایک شاعر ہے تو دوسرا خطیب ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے قلم کی بلاغت اور شعر

کی بلاغت۔ اگر آپ اسی طبقے سے نکل کر کسی دوسرے طبقے میں دیکھیں تو وہاں ایک علم الحساب کو اختیار کئے ہوئے ہے اور دوسرا علم الہندسہ (انجنیئرنگ) کو اور تیسرا علمِ طب کو چنے ہوئے ہیں اور اسی طرح آپ سارے طبقات کو پائیں گے۔ اسی طرح اگر آپ تمام علوم کو درجہ بدرجہ دیکھیں تو سب کا حال یہی ہے۔[31] لہٰذا سرپرست کو چاہیئے کہ جب بچے کے لئے کوئی کام تجویز کرے تو توسب سے پہلے اس کا میلان جان لے، اور اس کی فراصت پر کھ لے، پھر اس کے مطابق کوئی کام تجویز کرے، پھر جب یہ ہو چکے تو اس کام میں بچے کا شوق اور رغبت دیکھے اور اس بات کا جائزہ لیتا رہے کہ بچہ اس کی امیدوں پر پورا اتر رہا ہے یا نہیں؟ نیز اس کا سازوسامان اس پیشے کے لئے کارآمد ہے یا نہیں! اگر ہاں، تو پھر عضم مضم کر لے یقین جانیئے یہ دوراندیش سوچ ہے اور بچے کے اوقات محفوظ کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔ بچہ جب پیشے میں تھوڑا مضبوط ہو جائے عمدہ تدبیر یہ ہے کہ اس کو کمانے پر ابھارنا چاہیئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ترغیب دی جائے اس میں بچے کو دو فائدے حاصل ہوں گے۔

پہلا فائدہ: جب وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کا مزہ چکھ لے گا اور اسکی اہمیت پہچان لے گا، تو پھر اس پیشے کی اہمیت اور عظمت اس کے دل میں بیٹھ جائے گی۔

دوسرا فائدہ: یہ ہے کہ نفقے کی ذمہ داری آنے سے پہلے ہی اس میں کمانے کی عادت پڑھ جاتی ہے۔[32]

4۔ خادم کی اصلاح اور ابن سینا کے افکار

ابن سینا کا نظریہ ہے کہ مالک کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کونسا کام ہے جو اس خادم کے مناسب ہے، اور وہ کونسے اعمال ہیں جن اس کا رجحان ظاہر ہو رہا ہے تو وہ کام اس کے سپرد کر دے اور اس بقدر کفایت اس کام کا مطالبہ کرے اور خادم کو ایک کام سے دوسرے کام کی طرف منتقل نہ کرے، اور ایک مشغلے سے دوسرے کی طرف نہ پھیرے اس لئے کہ یہ تباہی کے مضبوط محرکات اور فساد کے قوی دواعی میں سے ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ اس شخص کے مشابہ ہے۔ جسے بے چین گھوڑوں اور اچھلنے اور کودنے والی گائے کی ذمہ داری سونپی جائے اس لئے کہ جان پہچان کی چیزوں میں ہر انسان کا ایک خاص رتبہ ہوتا ہے اور پیشوں میں سے ایسا کوئی ایک خاص پیشہ ہی ہوتا ہے کہ اس کی فطرت اس کام کے بارے میں ہی اسکے

ساتھ سخاوت کرتی ہے اور اس کی جبلت اسے اس کام سے فائدہ پہنچاتی ہے لہذا وہ کام اس (خادم) کے نزدیک اس عادت کی طرح ہو جاتا ہے جسے چھوڑنے کے لئے کوئی حیلہ نہیں ہوتا، اور اس طبیعت کی طرح ہو جاتا ہے جسے چھوڑنے کی کوئی راہ نہیں ہوتی، پس جب آدمی خادم کو اس کام میں منتقل کرتا ہے جسے وہ بہت اچھی طرح کرلیتاہے اور اس کی خوب مشق کرلیتاہے اور اپنالیتاہے اور اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس کی عادت بنالیتاہے کسی ایسے کام کی طرف جسے وہ اسے اپنی رائے سے اسے چنتا ہے، اور پسند کرتاہے ان کاموں میں جن سے اس کی طبیعت نفرت کرتی ہے اور وہ کام اس کی ذات کے بالکل متضاد ہوتے ہیں، تو وہ اس کی خدمت کا نظام تباہ کر دیتاہے اور اس کے کام کے راستے میں اس پر جبر کرتا ہے لہذا وہ خادم کسی ناپختہ کار کی طرح لوٹتاہے اور پھر وہ اسے ذمہ داری میں کوئی نفع نہیں دیتا جس کی طرف اس نے اس خادم کو منتقل کیا ہوتا ہے مگر ان ذمہ داریوں کو بھلا دینے کے ساتھ جن سے اس نے اس خادم کو منتقل کیاہے اور جب بھی وہ پرانے کام کی طرف لوٹتاہے تو وہ مالک اسے اس کام میں زیادہ بدتر پاتا ہے، اسکام سے جس کی طرف اسے منتقل کیا دوسری مرتبہ (خادم اپنے آقا کے ساتھ نعمت میں شریک ہوتا ہے) جب آدمی خادم کو تنبیہ کرنے کا ارادہ کرے تو تو مناسب نہیں کہ اس کی تنبیہ یہ ہو کہ وہ اس سے اعراض کرے یا اسس لئے کہ یہ دل کی تنگی اور صبر کی کمی اور بربادی قلت کی علامتوں میں سے ہے اور اس لئے کہ جب وہ اسے ہٹائے گا تو اس کے بدلے میں اس کے غیر کا اور اس کے نائب کا محتاج ہو گا جو اسی کی طرح ہو یا اس کی قریب قریب ہو اور جب اس مالک کی یہ عادت پختہ ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ خادم کے بغیر رہ جائے، بلکہ اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنے خادموں کے دلوں میں یہ بات بٹھادے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اس کی مفارقت کا اور اس کے گھر سے نکل جانے کا کوئی راستہ پائے اس لیئے کہ یہ مردانگی کو زیادہ کامل کرنے والا ہے اور وفاو کرم پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

[1] الصافات،1:37

Al-Safat, 37:1.

[2] مفتی محمد شفیع ،معارف القرآن،(کراچی،مکتبہ معارف القرآن،2015)7/417

Mufti Muhammad Shafi, Ma'arif -ul-Qura'an, (Karachi, Maktaba Ma'arif-ul-Qura'an,2015), 7/417.

[3] حسین بن عبد اللہ بن سینا(م:428ھ)، السیاسة لابن سینا، المحقق: د. فؤاد عبد المنعم أحمد (الإسكندرية، مؤسسة شباب الجامعة، الطبعة:الأولى)82

Husain bin Abdullah bin Sina(428H), Alseyasa Le Ibn Sina, Al-muhaqqiq: Dr. Fawad Abdulmunim Ahmad (Al-isqandria, Moassa Shabab Al-jamia, Edition:1, 82.

[4] أبو عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني، الأصل المعروف بالمبسوط للشيباني (إدارة القرآن والعلوم الإسلامية – كراتشي)1/390

Abu Abdullah bin Al-hasan bin Furqad Al-shibani, Al-asal Al-maaroof Bilmabsoot Lil Shibani (Idara-tul-Qura'an wal Uloom-ul-Islamia, Karachi) 1/390.

[5] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب اقامۃ الصف من تمام الصلوۃ، رقم الحدیث:722

Saheeh Bukhari, Kitab Bada'a Al-wahi, Babab Iqama-tul-Saaf min Tamam Al-swalat, Hadees:722.

[6] حسین بن عبد اللہ بن سینا، السیاسۃ لابن سینا،83

Husain bin Abdullah bin sina, Al-Siyasa Le Ibn Sina, 83.

[7] نفس مصدر:84

Ibid:84

[8] نفس مصدر:85

Ibid:85

[9] نفس مصدر:86

Ibid:86

[10] الإسراء،17:110

Al-Isra: 17:110.

[11] البقرۃ،2:44

Al-Bakara, 2:44.

[12] البقرۃ،2:73

Al-Bakara, 2:73.

[13] آل عمران،118:3

Aale Imran,3:118.

[14] حسین بن عبداللہ بن سینا، السیاسۃ لابن سینا:87

Husain bin Abdullah bin sina, Al-Siyasa Le Ibn Sina, 87.

[15] نفس مصدر:87

Ibid:87

[16] نفس مصدر:89

Ibid:89

[17] الزخرف،67:43

Al-Zukhruf,43:67.

[18] حسین بن عبداللہ بن سینا،السیاسۃ لابن سینا:90

Husain bin Abdullah bin sina, Al-Siyasa Le Ibn Sina, 90.

[19] نفس مصدر:90

Ibid:90

[20] نفس مصدر:91

Ibid:91

[21] دیوان الإمام الشافعي رحمہ اللہ (ص:11) www.almeshkat.com

Deewan Al-Imam Al-shafai Rahma hullah, 11.

[22] حسین بن عبداللہ بن سینا،السیاسۃ لابن سینا:92

Husain bin Abdullah bin sina, Al-Siyasa Le Ibn Sina, 92.

[23] نفس مصدر:98

Ibid:98.

[24] نفس مصدر

Ibid

[25] صحیح ابن حبان،ذِكْرُ اسْتِحْبَابِ الِاقْتِدَاءِ بِالْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَرْءِ فِي الْإِحْسَانِ إِلَى عِيَالِهِ إِذْ كَانَ خَيْرُهُمْ خَيْرَهُمْ لَهُنَّ، رقم الحدیث:4177

Saheeh Ibn Habban, Hadees:4177.

[26] حسین بن عبداللہ بن سینا،السیاسۃ لابن سینا:100

Husain bin Abdullah bin sina, Al-Siyasa Le Ibn Sina, 100.

[27] شعب الإیمان، باب حقوق الاولاد والاھلین، رقم الحدیث:8282

Shabul Eman, Ba'ab Haqooq ul Awlaad wal ahleen, Hadees:8282.

[28] نفس مصدر:101

Ibid:101.

[29]سنن البیهقي الکبری ت: محمد عبد القادر عطا، باب عورة الرجل، رقم الحدیث:3052

Sunan Al-Baihqi Al-Qubra, Tehqeeq: Muhammad Abdul Qadir Ata, Hadees:3052.

[30] حسین بن عبد اللہ بن سینا، السیاسة لابن سینا:102

Husain bin Abdullah bin sina, Al-Siyasa Le Ibn Sina, 102.

[31]نفس مصدر:103

Ibid:103.

[32]نفس مصدر:105

Ibid:105.